۱۹

مشکلات کو حل کرنے کے لئے دماغ سے کام لو

(فرمودہ ۱۷/ جون ۱۹۲۷ء)

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں پیدا کر کے ایک مقصد مقرر فرمایا ہے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے انسان کو بہت سی طاقتیں عطا فرمائی ہیں۔ ان میں سے کچھ طاقتیں تو ایسی ہیں جن کو انسان کبھی کبھار استعمال کرتا ہے۔ اور کچھ ایسی ہیں جن کو انسان پہلی طاقتوں کی نسبت زیادہ استعمال کرتا ہے۔ اور کچھ طاقتیں ایسی ہیں جنہیں انسان اکثر اوقات استعمال کرتا ہے۔ اور کچھ طاقتیں ایسی ہیں جن کو انسان ہر وقت استعمال کرتا ہے۔ جس طریق پر ان طاقتوں کا استعمال ہے۔ وہی طریق ان کے مدارج کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ طاقتیں جو انسان کے اصل مقصد کے حصول کے لئے چنداں ضروری نہیں ان کا استعمال انسان بہت کم کرتا ہے۔ اور جو ان کی نسبت زیادہ ضروری ہیں ان کا استعمال بھی ان کی نسبت زیادہ کرتا ہے۔ اور جو ان سے بھی ضروری ہیں ان کا استعمال ان سے بھی جلدی کرتا ہے۔ اور جو بہت ہی ضروری ہیں ان کا استعمال ہر وقت کرتا ہے۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کھانا پینا انسان کے لئے ضروری ہے۔ اور اس کی خواہش انسان میں پیدا ہوتی ہیں۔ جس کے لئے انسان معدہ کو استعمال کرتا ہے۔ لیکن ہر وقت معدہ کو استعمال نہیں کیا جا سکتا دن رات میں دو تین چار دفعہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی اس سے زیادہ کرے گا۔ تو معدہ خراب ہو جائے گا۔ پھر آنکھیں ہیں ان کا استعمال معدہ کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ جتنی دیر انسان جاگتا ہے ان کو استعمال کرتا رہتا ہے آنکھیں جھپکی جاتی ہیں لیکن اس قدر آناً فاناً اور اتنی جلدی کہ دیکھنے میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ ہم آنکھوں سے دیکھتے ہوئے آنکھیں جھپکتے جاتے ہیں۔ اور معلوم یہی ہوتا ہے کہ دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ نہایت قلیل عرصہ میں آنکھ جھپک جاتی ہے۔ مگر سونے کے وقت آنکھ بھی اپنا کام چھوڑ دیتی ہے۔ اس سے

بڑھ کر کان استعمال کئے جاتے ہیں- کیونکہ آنکھیں جھپکی جاتی ہیں مگر کان نہیں جھپکے جاتے- اور جس وقت تک انسان بیدار رہتا ہے کان اپنا کام مسلسل کرتے رہتے ہیں- بلکہ سونے کے وقت بھی کرتے ہیں- اس وقت آنکھیں بند ہو جاتی ہیں- لیکن کان ان کی نسبت زیادہ کھلے رہتے ہیں- بلکہ آنکھوں کے بند ہو جانے کی وجہ سے کانوں کی حس اور زیادہ تیز ہو جاتی ہے- جب کوئی آواز دے تو کانوں کی حس ہی انسان کو بیدار کرتی ہے اور انسان اٹھتا ہے- یا لمس کی طاقت کے ذریعہ جاگتا ہے یہ طاقت بھی ہر وقت کام کرتی رہتی ہے- مگر پھر بھی اس میں کچھ نہ کچھ وقفہ پڑتا ہے- ان سے بھی بڑھ کر کام کرنے والی ایک اور طاقت ہے- اور وہ ایسی طاقت ہے- کہ جب انسان جاگتا ہے- تو وہ کام دیتی ہے اور جب سوتا ہے- تو جاگنے کی حالت سے بھی زیادہ کام کرتی ہے اور وہ انسان کا دماغ ہے- رؤیا اور کشوف نیند کی حالت میں ہی ہوتے ہیں اور تمام آسمانی علوم اس حالت میں انسان پر اترتے ہیں- انسان سوتا ہوتا ہے- مگر دماغ زیادہ کام کر رہا ہوتا ہے- یوں ہر ایک انسان نیند میں ظاہری طاقتوں کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے ان باتوں کو پورے طور پر یاد نہیں رکھ سکتا- جو سونے کے وقت اس پر گذرتی ہیں- مگر دماغ ہر وقت اپنا کام کر رہا ہوتا ہے- اور جن کو تقویٰ و طہارت حاصل ہوتی ہے- اور مخلوق کی اصلاح کے لئے کھڑے کئے جاتے ہیں- ان کو ساری باتیں جو مخلوق کی اصلاح سے تعلق رکھتی ہیں یاد رہتی ہیں-

اس سے معلوم ہوا کہ انسانی طاقتوں میں سے سب سے زیادہ اور ہر وقت کام کرنے والی طاقت دماغ کی طاقت ہے اور چونکہ اسی کے ذریعہ انسان ترقی کے زینے پر چڑھ سکتا ہے- اس لئے اسی طاقت کو خدا تعالیٰ نے ہر وقت بیدار رکھا ہے- اگر انسان محض کھانے پینے کے لئے پیدا ہوا ہوتا- تو معدہ کو ایسی طاقت دی جاتی کہ وہ ہر وقت خوراک اپنے اندر لے سکتا اور اسے ہضم کرتا رہتا لیکن ایسا نہیں ہوتا- اس کے کام میں وقفہ پڑ جاتا ہے- اس طرح اگر انسان صرف نظارے دیکھنے کے لئے یا راگ سننے کے لئے پیدا کیا جاتا تو آنکھوں اور کانوں کو ایسی طاقت دی جاتی کہ وہ ہر وقت اپنا کام جاری رکھتے- مگر ان پر بھی وقفہ آجاتا ہے- ہاں جس انسانی طاقت پر وقفہ نہیں آتا وہ انسان کا دماغ ہے جو ہر وقت کام کرتا ہے- اور بسا اوقات سوتے وقت زیادہ عمدگی سے اور اعلیٰ درجہ کا کام کر جاتا ہے- ہر شخص اس کا تجربہ کر سکتا ہے کہ اگر کوئی مشکل مسئلہ سمجھ میں نہ آئے- اس کے حل پر بہت غور کیا جائے مگر حل نہ سوجھے تو انسان اس پر سوچتے سوچتے سو جائے بسا اوقات ایسا ہوگا کہ صبح کو یا رات کو ہی کسی وقت جب آنکھ کھلے گی تو معلوم ہوگا کہ وہ مسئلہ حل ہو گیا- یہ سوتے سوتے دماغ نے

کام کیا۔ انسان خود تو غافل پڑا تھا مگر اس کا دماغ کام کر رہا تھا۔ ہر وہ شخص جسے مشکل مسائل پر غور کی عادت ہو۔ اس بات کا تجربہ کر سکتا ہے۔ اور آزمانے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ ایک عجیب نکتہ ہے۔ مشکل مسئلہ پر انسان غور کرتے کرتے سو جائے۔ سونے کے بعد جب اٹھے گا تو بسا اوقات وہ مسئلہ حل شدہ اس کے سامنے ہو گا۔

تمام طاقتوں کی یہ کیفیت جو میں نے اس وقت بیان کی ہے بتاتی ہے کہ ان سب سے مقدم دماغ کا کام ہے۔ اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان سب طاقتوں سے زیادہ دماغ سے کام لیں۔ لیکن افسوس بہت لوگ ہیں جو ہاتھوں' پاؤں' زبان۔ آنکھوں اور کانوں سے تو کام لینا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر نہیں لیتے تو دماغ سے کام نہیں لیتے۔ ایک آدمی کسی سے ذرا بات پر ناراض ہو کر لڑنے جھگڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں۔ ٹھیک کر رہا ہوں۔ حالانکہ اسے چاہئے تھا کہ پہلے دماغ سے کام لیتا اور سوچتا کہ اس موقع پر مجھے کیا کرنا چاہئے۔ اگر وہ دماغ سے کام لیتا۔ اور اس بات پر غور کرتا۔ تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ دماغ اسے بتاتا۔ اس موقع پر لڑنے اور جھگڑنے سے فائدہ نہ ہو گا۔ اسی طرح بسا اوقات انسان اگر ہاتھ سے نہیں تو زبان سے کام لینا شروع کر دیتا ہے۔ یعنی گالیاں دینے لگتا ہے۔ وہ بھی اگر دماغ سے کام لیتا۔ تو دماغ اسے یہی بتاتا کہ گالیوں سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ ان سے اپنی زبان کو گندہ نہ کرو۔ پھر بہت سے لوگ ہوتے ہیں۔ جو ہاتھوں اور زبان سے کام نہیں لے سکتے۔ تو آنکھوں سے کام لیتے ہیں یعنی چہرہ سے غصہ کے آثار ظاہر کرتے ہیں۔ کسی کو مارنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور نہ گالیاں دینے کی۔ تو چہرہ سے غصہ کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسے آدمی بھی اگر دماغ سے کام لیں تو انہیں صحیح راستہ معلوم ہو جائے۔ ایسے لوگ ہاتھوں سے' زبان سے اور کانوں سے زیادہ کام لینا چاہتے ہیں۔ یعنی لڑنے' گالیاں دینے یا غصہ ہونے لگ جاتے ہیں۔ مگر دماغ سے کام نہیں لیتے۔ حالانکہ لڑنے' گالیاں دینے اور غصہ ہونے سے بہت کم کام نکلتے ہیں۔ ہمیشہ وہی انسان کامیاب ہوتا ہے جو تدبیر سے کام لیتا ہے۔

رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں دشمنوں نے طرح طرح سے آپ کو دکھ دیئے۔ آپ پر اتہام لگائے' آپ کے ماننے والوں کو تنگ کیا' ان پر ظلم کئے لیکن رسول کریم ﷺ نے صحابہ کو اس بات سے روک دیا کہ وہ ان کے مقابلہ میں اپنے ہاتھ اپنی زبان یا کان استعمال کریں۔ اس وجہ سے صحابہ نے دشمنوں کے مقابلہ میں اپنے ہاتھ نہ استعمال کئے' ان کو گالیاں نہ دیں' ان سے غصہ کے چہرے نہ بنائے' اور اگر چہرہ بنایا گیا۔ تو اسلام نے اسے ناپسند کیا۔ اور یہی کہا کہ دشمنوں کے مظالم

کے مقابلہ میں تمہارے چہروں پر مسرت اور زبانوں پر خوشی کے کلمات ہوں۔ اور تمہارے ہاتھ ان کی بہتری کے لئے کام کریں۔ چنانچہ صحابہ نے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ انہوں نے تبلیغ اسلام پر زور دیا۔ ان کے لئے خدا تعالیٰ کی نصرت آئی۔ لیکن اس کے لئے انہیں تدبیریں کرنی پڑیں۔ حدیثوں میں آتا ہے جب تک مسلمانوں کو غلبہ حاصل نہیں ہوا۔ اس وقت تک انہوں نے کفار کے ہاتھوں کا کھانا نہ کھایا۔ اور سالہا سال تک ان کا کھانا منع رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ گو کفار کی تعداد ان سے زیادہ تھی۔ اور کفار بہت طاقت ور بھی تھے تو بھی انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ جو کچھ لینا ہو گا مسلمانوں سے ہی لیں گے۔ اگر اس تدبیر پر عمل نہ کیا جاتا اور مسلمان کفار سے خرید و فروخت کرنے سے نہ رکتے۔ تو مسلمان بالکل کنگال اور بے حال ہو جاتے۔ پس اس وقت رسول کریم ﷺ نے ان سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ دشمنوں سے لڑو۔ ان کو گالیاں دو۔ ان پر غصہ کا اظہار کرو۔ بلکہ یہ کہا کہ جو تدبیر تمہاری تباہی کی یہ کر رہے ہیں کہ تمہیں بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ یہی تم بھی ان کے متعلق کرو۔ اس کا نتیجہ کم از کم یہ تو ہو گا کہ مسلمانوں کی دولت مسلمانوں کے ہی گھروں میں رہے گی۔ چنانچہ اس طرح مسلمانوں کے اموال محفوظ رہے۔ اسی طرح اور جس قدر معاملات رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ہوئے ان میں آپ نے اسی احتیاط سے کام لیا۔

صلح حدیبیہ کے وقت جب معاہدہ لکھا جانے لگا تو حضرت علیؓ نے رسول کریم ﷺ کی طرف سے لکھا کہ محمد رسول اللہ یوں کہتا ہے۔ کفار نے اس پر اعتراض کیا کہ ہم تو انہیں رسول نہیں سمجھتے۔ اگر رسول سمجھتے تو لڑتے کیوں۔ اس لئے رسول اللہ کے الفاظ نہ ہوں۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ کاٹ دو۔ حضرت علیؓ نے کہا مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا لاؤ میرے پاس اور آپ نے انگوٹھے سے وہ الفاظ مٹا دیئے[1] اور کفار کی بات مان لی۔ اس طرح ان کو اس تدبیر میں لے آئے جو بالآخر ان کی تباہی کا موجب ہو گئی۔ اور وہ یہ تھی کہ کفار نے چاہا تھا کہ مکہ سے جو لوگ اسلام قبول کریں۔ وہ رسول کریم ﷺ کے پاس مدینہ نہ جائیں۔ اور اگر جائیں تو آپ ان کو واپس بھیج دیں۔ بظاہر یہ ایک ہلاکت کی بات نظر آتی ہے۔ مگر رسول کریم ﷺ نے اسے منظور کر لیا۔ اس سے صحابہ میں جوش پیدا ہوا کہ اس شرط کا قبول کرنا مسلمانوں کی ہتک ہے کیوں کہ معاہدہ یہ قرار پایا تھا کہ اگر کوئی مرتد ہو جائے تو اسے مکہ واپس آجانے کی اجازت ہو۔ لیکن اگر کوئی مسلمان ہو جائے تو وہ مسلمانوں کے پاس مدینہ نہ جائے اور اگر جائے تو اسے واپس بھیج دیا جائے۔ صحابہؓ کو اس پر بہت جوش آیا۔ مگر رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو کافر ہو جائے۔ اسے ہمیں کیا کرنا ہے۔ جہاں

چاہے چلا جائے۔ اور جو مسلمان ہو گا وہ جہاں ہو گا وہیں تبلیغ کرے گا اس لئے جو مسلمان مکہ میں رہیں گے وہ اوروں کو مسلمان بنائیں گے۔

اب دیکھو اس معاملہ میں کیا نتیجہ نکلا کفار کی تباہی کا موجب یہی معاہدہ بن گیا۔ اور وہ اس طرح کہ مکہ کے بعض لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور مسلمان ہو کر کفار کی تکلیفوں سے بچنے کے لئے مدینہ آگئے۔ ان کو واپس لے جانے کے لئے کفار کے آدمی رسول کریم ﷺ کے پاس آئے۔ اور واپس بھیجنے کا مطالبہ کیا۔ رسول کریم ﷺ نے ان کو واپس کر دیا۔ مگر وہ رستہ سے چھوٹ کر پھر بھاگ آئے۔ جب پھر ان کو لینے کے لئے آئے۔ تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے تو معاہدہ کی رو سے ہمیں بھیج دیا تھا۔ اب ہم ان سے چھوٹ کر آگئے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں تم چلے جاؤ۔ وہ چلے تو گئے لیکن مکہ جانے کی بجائے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ٹھہر گئے۔ اور جب اور لوگوں کو بھی پتہ لگا کہ وہاں ٹھہرے ہوئے ہیں تو وہ بھی آنے لگ گئے۔ اور ان کی ایک جماعت بنی شروع ہو گئی۔ چونکہ وہ کفار کے ستائے ہوئے تھے۔ اس لئے شام کی طرف جو قافلے جاتے۔ ان سے چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی۔ آخر مکہ والوں نے مجبور ہو کر رسول کریم ﷺ سے درخواست کی کہ ان لوگوں کو اپنے پاس بلا لو۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ان کو بلا لیا۔ [۲]

یہ بھی ایک تدبیر تھی جس سے فتح مکہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اگر اس وقت صحابہ لڑ پڑتے اور اس تدبیر کو قبول نہ کرتے تو فتح نہ ہوتی۔ پس فتح ہمیشہ دماغ کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اور چونکہ دماغ کو خدا تعالیٰ نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ انسان کے سارے جسم پر حکومت کرے۔ اس لئے جس طرح بے سر کی کوئی فوج کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح بے سر کا کوئی انسان بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

اس وقت چونکہ دشمن اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اور اسلام پر نہایت نازک گھڑی آئی ہوئی ہے۔ اس لئے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو اور ان لوگوں کو جن پر میری باتوں کا اثر ہو سکتا ہے کہتا ہوں کہ یہ زمانہ سب سے زیادہ دماغ کے استعمال کرنے کا زمانہ ہے۔ اس وقت ہاتھوں کو استعمال کر کے غلبہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس وقت کوئی ایسی لڑائی شروع کرتا ہے۔ جس سے اسلام کو نقصان پہنچتا ہے۔ تو بتاؤ۔ خدا کے سامنے وہ کیا جواب دے گا۔ کیا خدا تعالیٰ اس پر اس لئے خوش ہو گا کہ اس نے اسلام کے دشمنوں سے لڑائی کر کے اسلام کو نقصان پہنچایا۔ ہرگز نہیں خدا تعالیٰ تو اسے کہے گا۔ تو نے اسلام کے لئے نہیں بلکہ اپنے نفس کے لئے لڑائی لڑی۔ اس لئے میرے عتاب کا مورد بن۔ اسی طرح اگر کوئی خدا تعالیٰ سے یہ کہے کہ میں نے خوب زبان چلائی لیکن اس

زبان چلانے سے بجائے طاقت کے اسلام کو ضعف پہنچا۔ تو خدا تعالیٰ یہ نہ کہے گا کہ تم بڑے باغیرت ہو۔ تم نے اسلام کی خوب خدمت کی۔ بلکہ یہ کہے گا کہ تم بہت بڑے مجرم ہو۔ تم نے اسلام کو نقصان پہنچایا۔ اسی طرح اگر کوئی خدا تعالیٰ سے یہ کہے کہ میں نے اسلام کے دشمنوں کو دیکھ کر بہت غصہ کا منہ بنایا۔ بڑی تیوری چڑھائی۔ مگر اس سے اسلام کو نقصان پہنچا۔ تو خدا تعالیٰ اس کی اس حرکت کو پسند نہ کرے گا۔ بلکہ سخت ناراض ہو گا۔ پس اس زمانہ میں اسلام کی مدد کے لئے لڑائی جھگڑے کی ضرورت نہیں۔ گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں دینے اور برا بھلا کہنے کی نہیں۔ منہ بنانے اور غصہ ہونے کی نہیں۔ بلکہ سب سے بڑی ضرورت سر سے کام لینے کی ہے۔ جسے خدا نے عرش کی جگہ قائم کیا ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس سے کام لے۔ اور اپنے ہاتھوں' اپنے کانوں' اپنی زبان اور اپنے جذبات کو قابو میں رکھے۔ یعنی مسلمان اپنے دماغ سے کام لے کر وہ تدابیر نکالیں جو دشمن کو کمزور اور مسلمانوں کو طاقت ور کرنے والی ہوں۔ ورنہ مسلمانوں کے لڑنے "گالیاں دینے اور غصہ ہونے سے کیا بن سکتا ہے۔ مسلمان آج پورے طور پر ہندوؤں کے غلام بن رہے ہیں۔ اور ان کو قطعاً جرأت نہیں رہی کہ ہندوؤں کے سامنے کھڑے بھی ہو سکیں۔ یہاں ہم نے جب یہ طریق جاری کیا کہ ہندوؤں سے خرید و فروخت نہ کی جائے۔ اور آس پاس کے مسلمانوں سے کہا کہ تم بھی اس پر عمل کرو۔ تو وہ کہنے لگے ہم کس طرح کر سکتے ہیں۔ ہم تو ان ہندوؤں کے سود کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ہر جگہ کے مسلمانوں کی گردنیں بنیوں اور لالوں کے قبضہ میں آئی ہوئی ہیں۔ یوں جب مسلمان زمیندار بیٹھتے ہیں تو حقارت سے ہندوؤں کو کراڑ اور کھتری کہتے ہیں۔ مگر انہی کراڑوں کے ہاتھ ان کی گردنوں پر ہوتے ہیں۔ اور جب عدالت میں جاتے ہیں تو شکست کھا کر آتے ہیں۔ لالہ ایک ہزار دے کر دو ہزار وصول کر چکا ہوتا ہے لیکن پھر بھی اسی کا قرضہ نکلتا ہے۔ اس لئے مجسٹریٹ اسی کے حق میں فیصلہ دیتا ہے۔ پس یوں تو اکڑنے والے مسلمان سمجھتے ہیں۔ ہمارے جیسا بہادر کوئی نہیں ہمارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے لیکن دراصل وہ ہندوؤں کے غلام ہیں کیونکہ وہ سود کے نیچے دبے ہوئے ہیں اور اس وجہ سے وہ کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جس سے اسلام کو فائدہ پہنچے۔ پچھلے دنوں ایک دوست نے سنایا ایک ڈسٹرکٹ بورڈ کا انتخاب تھا۔ اس کی ایک نشست کے لئے ایک سکھ اور ایک مسلمان امیدوار تھے۔ مسلمانوں نے بڑے جوش سے فیصلہ کیا کہ تمام مسلمان مسلمان کو ووٹ دیں۔ لیکن سکھ کی تائید میں ایک بنیا تھا جو لوگوں کو سود پر روپیہ دیتا تھا۔ جب لوگ ووٹ دینے کے لئے گئے تو وہاں دیکھا کہ وہ بنیا بہیوں کا ڈھیر لگائے بیٹھا ہے۔ جب اسکے پاس سے کوئی مسلمان ووٹر

گذرے تو وہ ہنس کر صرف اتنا کہے۔ چودھری صاحب ووٹ دینے جا رہے ہو۔ یہ سن کر جو مسلمان بھی ووٹ دینے گیا۔ اس نے سکھ کے حق میں ہی ووٹ دیا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اگر سکھ کو ووٹ نہ دیا تو کل ہی نالش ہو جائے گی۔ اب دیکھو اس بنیا کو کسی لٹھ کی ضرورت نہ تھی۔ کسی ظاہری جبر کی ضرورت نہ تھی۔ وہ ہنس کر چودھری صاحب کو اپنی طرف متوجہ کرتا۔ اور اس ہنسنے سے ہی چودھری صاحب پر بجلی گر پڑتی۔ اور اسلام کا سارا جوش کافور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا یہ بجلی سے بھی زیادہ خطرناک ہے جو مجھے ہی نہیں بلکہ میرے گھربار کو بھی جلا کر راکھ کر دے گی۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کے لئے کہاں آزادی ہے۔ اور وہ کس بات پر اکڑ رہے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کی تمدنی حالت اس درجہ گری ہوئی ہے کہ انصاف پسند قوم مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر قوم ہو۔ تو وہ بھی ان کی حالت میں اتنے مرثیے کہے کہ زمین و آسمان رو پڑیں۔

مگر جب کسی قوم پر مصیبت آتی ہے تو دوسروں کے دلوں سے اس کے متعلق رحم بھی مٹ جاتا ہے۔ اور جب خدا تعالیٰ کی طرف سے گرفت ہوتی ہے تو دوسروں کے دل سخت ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی حالت پر کسی کے دل میں درد نہیں پیدا ہوتا۔ اور کسی کو رحم نہیں آتا۔ اس وقت مسلمانوں کے لئے ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ کہ اپنے نفسوں میں تبدیلی پیدا کریں۔ اس وقت تک انہوں نے کئی رنگوں میں خدا تعالیٰ کا مقابلہ کیا۔ سود لیتے رہے' اسلام کی ہتک ہوتے دیکھی مگر کچھ نہ کیا' انہوں نے ہندوؤں سے اور ان ہندوؤں سے چیزیں خریدیں جو انہیں کتے کی طرح دھتکارتے ہیں۔ وہ کتے کی طرح مار کھا کر ان کے آگے گرتے رہے ہیں۔ اگر مسلمان بھی ہندوؤں کی چیزیں نہ خریدتے۔ جس طرح ہندو مسلمانوں کی نہ خریدتے ہیں اور غیرت دکھاتے تو کم از کم دنیا یہ تو کہتی کہ مسلمانوں میں بھی غیرت ہے۔ اپنی قومیت کا احساس ہے۔ مگر جب دنیا نے دیکھا کہ مسلمان اپنی عزت آپ برباد کر رہے ہیں۔ پھر اور کون ان کی عزت کر سکتا تھا یہ چھوت چھات کی ذلت کا نتیجہ ہے کہ مسلمان تمدنی طور پر بالکل تباہ و برباد ہوتے ہیں۔ اور ان میں تقویٰ و طہارت بھی نہیں رہی۔ اگر یہ ہوتی تو اسلام کے لئے غیرت بھی ہوتی۔ اب اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کئے ہیں کہ جن سے مسلمانوں کی آنکھیں کھل جائیں۔

اب بھی اگر مسلمان اپنے دماغ سے کام لیں تو خدا تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال ہو گی۔ اور ان کی مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے کبھی ایسا ناراض نہیں ہوتا کہ ان سے عذاب نہ ٹلائے بشرطیکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ اس

وقت تک انسان کی توبہ قبول کرتا ہے۔ جب تک اس کی غرغرانے کی حالت نہ ہو جائے۔ پس اب بھی اگر مسلمان توبہ کریں۔ تو خدا تعالیٰ انہیں معاف کردے گا۔ اس وقت مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس بات کے لئے پورا زور لگائیں کہ سود کی لعنت سے چھٹ جائیں۔ کھانے پینے کی چیزیں ہندوؤں سے خریدنے سے کلی پرہیز کریں۔ چونکہ ہندو جہاں تک ہو سکے ہندوؤں سے خرید و فروخت کرتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان بھی اگر مسلمانوں کو ہی ترجیح دیں تو یہ ان کے لئے ضروری ہے۔

اگر ان باتوں پر مسلمان عمل کرنا شروع کردیں تو قومی غیرت اور آزادی خود بخود ان میں ابھرنے لگے گی۔ اور ان کے لئے خدا کے فضل کے دروازے کھل جائیں گے۔ اور جب خدا تعالیٰ کی خشیت ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے گی۔ تو پھر ان رستوں کو پالیں گے۔ جن سے خدا تعالیٰ کی سچی ہدایت حاصل ہو سکتی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان قرآن کو بھول گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان میں قرآن کی محبت نہیں رہی۔ جب محبت پیدا ہو جائے گی تو خدا تعالیٰ خود سمجھ دے گا اور آپ ہی ان کا قدم صداقت کی طرف بڑھنے لگے گا۔

اس وقت مسلمانوں کی تمدنی اور ظاہری مدد کرنا ہر مسلمان اور ہر احمدی کا فرض ہے۔ اس وقت اسلام کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہے۔ اس کے دور کرنے کے لئے پوری پوری کوشش کرنی چاہئے۔ اور اپنے عمل اور قول سے یہ بات ثابت کردینی چاہئے کہ اسلام ترقی کے لئے کسی لڑائی جھگڑے کا محتاج نہیں ہے۔ اسلام دنیا میں امن سکھانے کے لئے آیا ہے اور بالامن طریقوں سے اسلام کی ترقی ہو سکتی ہے۔

(الفضل ۲۴/ جون ۱۹۲۷ء)

[1] بخاری کتاب الصلح باب کیف یکتب ھذا ما صالح فلان۔
[2] سیرت ابن ہشام عربی جلد ۳، ۴ صفحہ ۲۲۳، ۴، ۳۲ مطبوعہ بیروت
[3] ترمذی کتاب الدعوات باب فضل التوبۃ